ماہنامہ

اردو دنیا

دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

قومی اردو کونسل کا بین الاقوامی جریدہ

جلد:18، شمارہ:9، ستمبر 2016

مدیر : پروفیسر سید علی کریم (ارتضیٰ کریم)

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان

وزارت ترقی انسانی وسائل، محکمۂ اعلیٰ تعلیم، حکومت ہند

مطبع:

ایس نارائن اینڈ سنز، بی-88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا

فیز-II، نئی دہلی-110020

مقامِ اشاعت: دفتر قومی اردو کونسل

کمپوزنگ: محمد اکرام

ڈیزائننگ: محمد زید

قیمت-/15 روپے   سالانہ -/150 روپے

Total Pages:100

- اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل NCPUL اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں
- ڈرافٹ NCPUL,New Delhi کے نام ارسال کریں

صدر دفتر

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا جسولہ،

نئی دہلی-110025

فون:49539000   شعبۂ ادارت:49539009

ویب سائٹ

http://www.urducouncil.nic.in

E-mail: editor@ncpul.in

urduduniyancpul@yahoo.co.in

شعبۂ فروخت

ویسٹ بلاک-8، ونگ-7 آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 26109746، فیکس:26108159

ای میل:sales@ncpul.in,ncpulsaleunit@gmail.com

شاخ:22-7-110 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

مکان نمبر 5-1 پتھر گٹی، حیدرآباد-500002

فون:040-24415194

مشمولات

اداریہ

ہماری بات 4

خطوط

آپ کی بات — قارئین کے خطوط 5

انٹرویو

اردو کی خوب صورتی اس کے رسم الخط میں ہے: مہندر پرتاپ چاند — درخشاں تاجور 8

اردو کے شبد بہت کومل لگتے ہیں: سنگوک ہونگ — حقانی القاسمی 11

زبان و تعلیم

خصوصی ضروریات والے بچے کی تعلیم میں ICT کا کردار — نوشاد حسین 13

ادبی مباحث

مصور سبزواری کی شاعری میں امیجری — عابد حسین حیدری 16

کرشن چندر کا تصورِ اتحاد — عبدالرشید خان 18

اختر حسین رائے پوری ترقی پسند تنقید کے پیش رو — مخمور صدری 21

بیسویں صدی میں صنعتی ارتقا اور سماجی و خاندانی نظامِ حیات — غلام صمدانی 25

منٹو کے افسانوں میں کشمیریت — خورشید احمد 29

ولی الحق انصاری کی غزل میں تلمیحات — ریحان حسن 32

بلراج کومل اور رسالہ 'شاہراہ' — نوشاد منظر 36

عدم گونڈوی: باغیانہ مزاج کا شاعر — سنتوش کمار 40

ہم نے جنھیں بھلا دیا

نواب محبت خاں محبت — سلیم عنایتی 42

سلسلۂ صحافت

قاضی عدیل عباسی کی صحافت — محمد وصی اللہ حسینی 44

موبائل اور ایس ایم ایس صحافت — تنزیل اطہر 46

تہذیب و ثقافت

دکنی کلچر اور قومی یک جہتی — سید فضل اللہ مکرم 48

کوکن کے اردو لوک گیت — محمد دانش غنی 50

صحت

باہر کے کھانوں سے بچیے — شمس الاسلام فاروقی 53

سائنس/ماحولیات

آلودگی کنٹرول میں خواتین کا کردار — شمیم احمد صدیقی 55

فلم

رشی کیش مکھرجی — انیس امروہوی 58

ہندوستانی سنیما اور اردو ناول — احمد خان 62

کوئز

ادبی کوئز — محمد عرفان 66

کتابوں کی دنیا

تبصرہ و تعارف 68

خبر نامہ

اردو دنیا کی خبریں — ادارہ 80

مصور سبزواری کی شاعری میں امیجری

عابد حسین حیدری

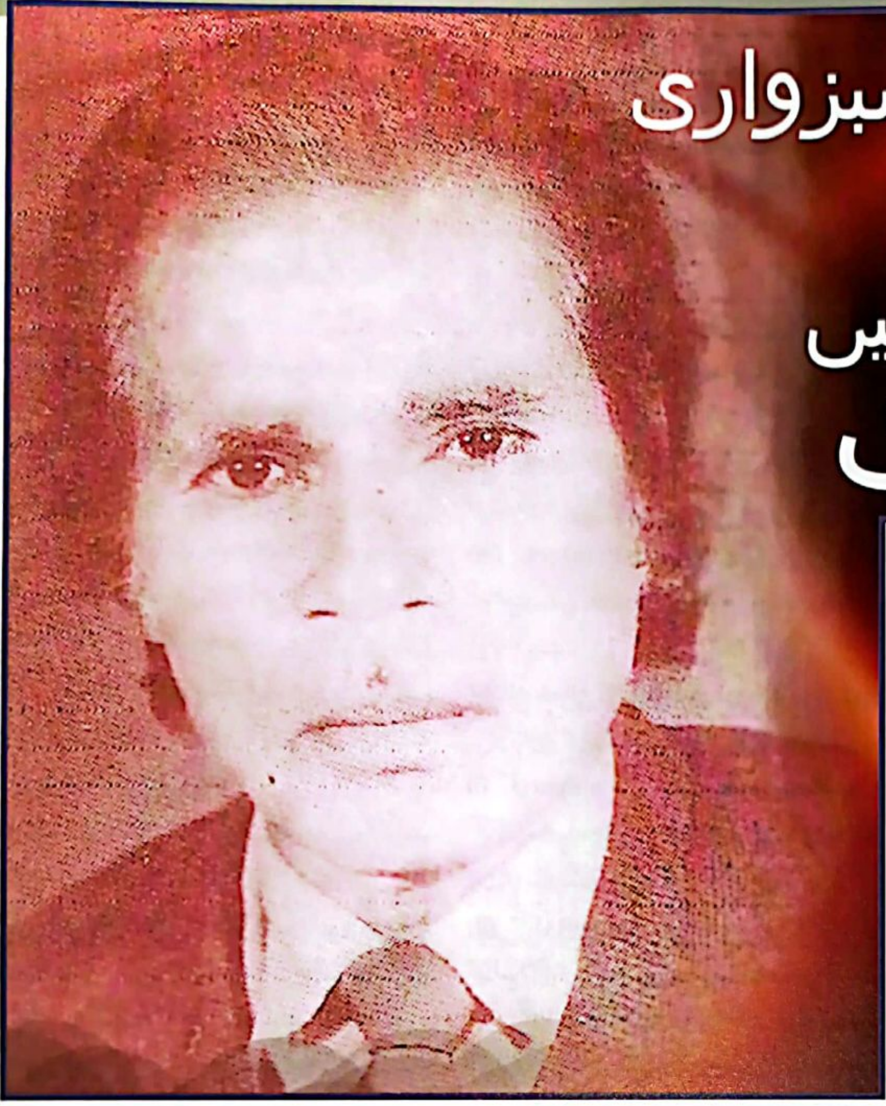

1960 کے بعد جب ہمارے جدید شاعروں نے اپنی غزلوں میں جدید حسیّت کے اظہار کے لیے حسن و عشق کی زبان کو خیر باد کہہ کر نئے نئے الفاظ کا سہارا لیا تو عام طور سے پیکریت اور علامت پسندی کی راہ اختیار کی۔ ایسا نہیں ہے کہ جدید شعرا نے روز مرہ کے جن الفاظ کا استعمال کیا ان کا استعمال ہماری کلاسیکی شاعری میں سرے سے ہوا ہی نہیں تھا۔ ہوا تھا لیکن اس کا انداز الگ تھا۔ یہاں تک کہ جدید شعرا کا اسلوب علامتی بن گیا۔ اس علامت نگاری میں پیکر تراشی کا عمل نہایت دلآویز اور خوش آئند طور پر سامنے آتا ہے اور اسی عہد جدید میں مصور سبزواری کی شاعری کے الفاظ کی خوشبو پیکریت کے پھولوں سے نکل کر علامتوں کے گلدستے میں ہوتی ہوئی ہم تک پہنچتی ہے اور ہمارے ذہن وشعور کو روحانی فرحت وانبساط سے ہم کنار کرتی ہے۔ مصور سبزواری کے مجموعہ ہائے کلام 'مانجھی دھیرے چل' برگ آتش سوار، رشتے ٹوٹنے کا موسم، دہلیز پر اترتی شام اور 'دھمال' کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان کی شاعری کے رنگ و آہنگ میں جذبات و احساسات کا وہ حسین منظر دکھائی دیتا ہے جو انھیں اپنے عہد کے دوسرے شعرا سے منفرد بنا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری دماغ سے زیادہ جذبات کو اور فکر سے زیادہ احساس کو متاثر کرتی ہے۔

مصور سبزواری نے اپنی شاعری میں جو پیکر تراشے ہیں وہ خشک اور بے جان نہیں بلکہ اپنے اندر زندگی کی علامتوں کی بے پناہ خوشبو رکھتے ہیں۔ ان پیکروں کے زاویے الگ الگ ہیں لیکن سب کا اشارہ ایک ہے۔ چاہے وہ موجودہ حیات کا درد و کرب اور اضطراب ہو۔ اسی کرب و اضطراب کو مصور نے مختلف زاویوں سے دیکھنے دکھانے اور سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ بطور مثال ان کے چند علامتی اشعار ملاحظہ فرمائیں:

لہروں کی اجلی ریت پر عکس گناہ تھے
سورج کی آنکھ میں بھی سمندر سیاہ تھے

بجز بکھرتے پروں کے یہاں تو کچھ بھی نہیں
تم اپنے اپنے پرندے پروں سے پہچانو

نہ تھا کوئی نفس جس گھر کے اندر جاگنے والا
وہیں اک عکس تھا منظر بہ منظر جاگنے والا

قدموں کے نیچے اجنبی پانی ہے اب فقط
پتھر سرک گئے جو ہماری پناہ تھے

موجودہ عہد کے انسان کے ذہن وشعور کے اندر شکست و ریخت کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ مصور کی نظر میں موجودہ انسان بھیڑ میں اکیلا تو تھا ہی، لیکن اب اپنے گھر میں بھی بے گھری کا شکار ہے۔ انسانی رشتوں کی نارسائی کا کرب مصور کو اپنی جڑوں کی تلاش پر مجبور کرتا ہے۔ اور یہی تلاش یا احساس ذات کے اندرونی تہہ خانے سے نکل کر سارے ماحول اور معاشرے کو اپنے احاطے میں لے لیتا ہے:

جب کسی کے پلٹ آنے کی توقع ہی نہ ہو
جلتی دہلیز کی ہر آنکھ بجھادی جائے

دہلیز کا بھی آخری پتھر اکھڑ گیا
لوٹے ہو اب مکینو کہ جب گھر اجڑ گیا

درخت چھاؤں زمینوں کی برکتیں بھی گئیں
سروں سے اپنے وہ گرتی ہوئی چھتیں بھی گئیں

بے گھری کے علاوہ مصور سبزواری کی غزلوں میں کربلا کے عظیم سانحے کی بازگشت بھی صاف سنائی دیتی ہے۔ مصور کی نظر میں موجودہ حیات کربلا کا میدان ہی تو ہے۔ نا انصافی ظلم واستبداد اور جبر اس برق رفتار صدی کی دین ہی تو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصور نے اپنی جڑوں سے ہی وابستہ واقعۂ کربلا سے علامات واستعارات کا سہارا لیا یا یوں کہا جائے کہ موجودہ حیات کے کرب و بلا کے اظہار کے لیے انھوں نے جس کثرت سے مذکورہ بالا علامتوں اور استعاروں کا استعمال کیا دوسرے جدید شعرا کے یہاں اس کی مثالیں کم ملیں گی:

حسینؑ ہی تھا جو پیاسا اٹھا فرات سے وہ
لہولہان سمندر تھا اپنی ذات سے وہ
کہاں گیا جرس کربلا بلا کے مجھے
کہ راستے میں مرا گھر تمام ختم ہوا

درج بالا اشعار میں مصور نے جن علامتوں کا ذکر کیا ہے اس سے واقعۂ کربلا اور اس کے اسباب وعلل کی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ مصور نے اپنی ذکارانہ مہارت سے جو امیجری پیش کی ہے وہ دوسرے شعرا کے یہاں کم نظر آتی ہے:

سینہ شب میں یہ خنجر بھی اتر جائے گا
صبح کے ساتھ مرا سر بھی اتر جائے گا
تمام عمر میں جیسے لہو لہان رہا
کسی نے خواب میں اک تیر مجھ کو مارا تھا
چلو یہاں سے کہ آسیب شام اتر آیا
ہے وقت قبروں سے لاشوں کے اب نکلنے کا

مصور کی صرف یہ امیجری نہیں ہے بلکہ اس میں معنی کی تہہ داری بھی ہے:

دست اماں نے آخری انگلی بھی چھوڑ دی
اب جھک کے پائے سیل ستم گار تھام لو
اٹھو یہاں سے جادوئی خیمے اکھڑ گئے
مٹھی میں خاک سایۂ اشجار تھام لو
اس ڈر سے اس نے دھوپ میں آنسو سکھا لیے
ان پانیوں میں آگ کے جلنے کا خوف تھا

مصور نے اپنی شاعری میں جو پیکر تراشی کی ہے ان میں خوف کی امیجری قابل توجہ ہے اور خوف کی امیجری ان کی بنیادی شناخت اس لیے بن جاتی ہے کہ وہ ماورائی فضا کے سہارے ایسے خوفناک مناظر دکھاتے ہیں جو قاری کو متحیر کر دیتے ہیں:

سکوت آب سے ڈر کر جو ماری چیخ اس نے
تو اک کٹا ہوا دریا سے سر نکل آیا
صدائیں دیتے ہو کس کو یہاں رہا ہے کون
بس ایک دشت فنا کا اکیلا پن ہوں میں
کسے خبر تھی کہ یہ حادثہ بھی ہونا ہے
گریں گے غار میں کرنوں کو ہم پکڑتے ہوئے

جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا جا چکا ہے کہ جہاں مصور کی انفرادیت خوف کی امیجری ہے وہیں ان کی شاعری کا بنیادی محرک اپنی جڑوں کی تلاش ہے اور وہ اس لیے ہے کہ وہ اس اجنبی اور بے وفا دنیا میں اپنی شناخت قائم کر سکیں، انھیں اپنے ہونے کا احساس ہو سکے۔ دیہات کی فضا سے وابستگی، دیہی مناظر کی بازیافت، کراہتی ہوائیں، اداسی کی فصلیں، گہری سانجھ کی بیلا، ماجھی کے گیت، پت جھڑ کے نوحے اور اس نوع کی متعدد امیجری مصور کی اس تلاش سے عبارت ہے جو وہ اپنے بچپن کی فضاؤں کی بازیافت اور اس سرزمین سے اپنے بنیادی تعلق کے ذریعے کر رہے ہیں۔ یہ ان کی اپنی جڑوں کا احساس ہے جس کی طرف انھوں نے اپنی غزلوں میں متعدد جگہ اشارے کیے ہیں اور یہی احساس انھیں اپنائیت کی تلاش کا احساس دلاتا ہے جبھی تو مصور اس طرح کے شعر کہتے ہیں:

میں تیری یاد کے ساون کو کہاں برساؤں
اب کی رُت میں کوئی بادل بھی نہ گرجا مجھ میں
دفن اب ندی کے پار ہے وہ زندہ قہقہہ
جورت جگوں کے گاؤں میں ڈھولک کی تھاپ تھا

لیکن آگے چل کر یہ تلاش ذاتی شناخت تک محدود نہیں رہی۔ اب یہ پھیل کر اجتماعی تشخص کی تلاش بن گئی ہے۔ شہید کربلا، واقعات کربلا اور کربلا کے شہیدوں کا تذکرہ مصور کی شاعری میں محض شعری استعارے کے طور پر نہیں آئے بلکہ حضرت علیؑ کی ذات والا صفات اور مظلوم کربلا امام حسینؑ اور شہیدان کربلا پر گذری ہوئی مصیبتیں، ان کی مظلومی، وفاداری، حق جوئی، راہ صداقت میں قربانی اور بھوک و پیاس میں ثابت قدمی، پس ماندگان کربلا خصوصاً مخدرات عصمت و طہارت پر گذری ہوئی قید و بند کی صعوبتیں مصور کا تہذیبی و تاریخی ورثہ بن کر ان کی شاعری میں جگہ جگہ نظر آتی ہیں۔ اپنی شناخت کو اجاگر کرتے ہوئے واقعۂ کربلا کو استعارہ بناتے ہوئے کہتے ہیں:

بلند ظرفوں کو جھکتے سروں سے پہچا نو
نسب ہماری پھٹی چادروں سے پہچانو
عظیم تر ہے جماعت سے انفرادیت
حسینؑ کو نہ بھرے لشکروں سے پہچانو

شہیدان کربلا کی عظیم قربانی کے حوالے جہاں جہاں بھی مصور کی شاعری میں آئے ہیں وہاں شاعر کے اپنے احساسات و واردات کو ان سے علاحدہ کرنا مشکل ہے۔ کہیں وہ اس کی ذات کا حوالہ بن گئے ہیں اور کہیں اس کے ماحول کا۔ حضرت مسلم بن عقیلؑ کے کمسن بچوں کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں:

ہر آنکھ سر بریدہ یتیموں کی نہر ہے
یہ شہر بے وفا وہی کوفے کا شہر ہے

تشنگی کا احساس واقعۂ کربلا کے حوالے سے دیکھیں:

فرات ہار کے ہم نے تو تشنگی جیتی
یہ سلسبیل یہ زمزم اٹھا لیے جائیں

یا خودی کے حوالے سے یہ شعر بھی قابل توجہ ہے:

مفا ہمت کا کوئی راستہ نکلتا کیا
عدو کی ہم سے طلب کردہ بیعتیں ہیں بہت

یا درج ذیل شعر ملاحظہ فرمائیں جس کے ذریعے اپنی پہچان قائم کرنے کی آرزو ہے:

میں پیٹھ موڑ لوں یہ فطرت حسینؑ نہیں
کھڑی ہیں میرے مقابل یہ کربلائیں مری

مصور سبزواری نے اپنی شاعری میں واقعۂ کربلا کو اپنی محرومیوں، وفا شعاریوں، حق جویوں، خودی اور عزت نفس کا استعارہ بنایا ہے اور اس طرح اسے اپنی شاعری کا حصہ بنایا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو اس روایت کا حصہ محسوس کر سکیں اور اس سے اپنا بنیادی رشتہ جوڑ سکیں۔ تشنگی کی شدت میں حضرت عباس علمدار کے لیے ہاتھ اور چھلنی مشکیزہ آنا بھی اسی روایت کا حصہ ہے جس کا شاعر علم بردار بننے کی آرزو رکھتا ہے اور جس کی اپنے تجربات سے مماثلت ڈھونڈ رہا ہے:

خیمہ ہائے تشنگی تک پہنچیں گے جب نصف ہاتھ
چھلنی مشکیزے کو پانی دیر تک یاد آئے گا
نہ بھیگے ہونٹ بھی کم ظرف دشت و دریا کے
کوئی حسینؑ لہو کی سبیل چھوڑ گیا

اسی طرح مصور نے اسیری کے منظر نامے کو بھی اپنی شاعری کا استعارہ بنایا ہے۔ یہ منظر نامہ بھی مصور کے اپنے تہذیبی پس منظر اور اس روایت کا احساس ہے جس کی جڑوں سے وہ وابستہ ہیں۔ حضرت سید سجاد اور مخدرات عصمت وطہارت کی اسیری کا استعارہ ملاحظہ فرمائیں:

ایک تھا بیمار قیدی اک گواہ چشم دید
ایک ہی زنجیر کو دربار تک وہ لے گیا
ناموس صبح کربلا اپنی ردا سنبھال
چل کر ابھی تو شام کا دربار آئے گا

سطور بالا میں جو مثالیں پیش کی گئی ہیں وہ مصور کے ایسے اشعار ہیں جن میں واقعہ کربلا کا اظہار بالواسطہ طور پر ہے۔ ان کے یہاں اکثر یہ حوالے موہوم اشاروں ہی پر مبنی ہیں۔ چند اشعار دیکھیں:

نہ تیری پیاس نے دریاؤں ہی سے بیعت کی
نہ پانیوں پہ لکھا تیرا نام ختم ہوا
امیر شہر کی مجلس میں پیش ہونا ہے
کلاہ کج میں نئے خم اٹھا لیے جائیں
بچے جوان ہو گئے نا طاقتی کے ساتھ
کب بازوؤں میں زور علمدار آئے گا

■

Dr. Abid Husain Hydery Head Dept of Urdu, MGM (P.G) College, Sambhal - 244302 (UP)

URDU DUNIYA Monthly, September-2016, Vol.18, Issue:09
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. 70323/99
DL (S) - 01/3394/2014-16
ISSN 2249 - 0639
Date of Publication:24/08/2016
Date of Dispatch : 25 & 26 of advance month

قومی اردو کونسل میں جشن آزادی کی جھلکیاں

Printed and Published by Prof. Syed Ali Karim, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S.Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II. New Delhi-110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan FC-33/9 institutional Area Jasola New Delhi-110025

CamScanner